شوکت احمد راتھر
طالب علم شعبۂ فارسی

ارسطو کے تنقیدی نظریہ کا مختصر جائزہ

ای نام تو بہترین سر آغاز
بی نام تو نامہ کی کنم باز

تنقید کے لغوی معنی "پرکھنے" یا برے بھلے میں تمیز کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں محاسن اور معائب کا صحیح اندازہ کرنا اور اس پر کوئی رائے قائم کرنا تنقید کہلاتا ہے۔ انگریزی میں تنقید کے لیے جو CRITICISM کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے اصلی معنی عدل یا انصاف کے ہیں[1]

اسی خیال کے پیش نظر ہڈسن نے لکھا ہے کہ "ادبی نقاد اسے کہتے ہیں جس میں کسی فن پارے کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کی خاص صلاحیت ہوتی ہے۔ اس فن کے ماہر کا یہ کام ہوتا ہے کہ کسی فن کی تخلیق کو دیکھے، سمجھے، غور کرے اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں کی جانچ کرنے کے بعد اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگائے[2]" — یہ گویا تنقید CRITIEISM کے لفظی معنی ہیں۔ لیکن جب ہم تنقیدی ادب کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ عدل، انصاف، رائے دینا یا کسی قسم کا حکم لگانا ہی تنقید نہیں ہے۔ بلکہ وہ تمام ادب تنقید کے تحت شمار کیا جاسکتا ہے، جو ادب کی دوسری اصناف کے متعلق لکھا گیا ہو یا چاہے وہ ان اصنافِ ادب کی تشریح کرے

---

[1] فرید وجدی، دائرۃ المعارف جلد ۱۹، ص ۲۶۵ — حامد اللہ افسر نقد ادب ص ۶ — روح تنقید ص ۳۸ از ڈاکٹر زور

HUDSON INTR

[2] HUDSON INTRODUCTION TO THE STUDY OF LITERATURE, P-3, 6 —

تجزیہ کرے یا ان کی قدر و قیمت کا پتہ لگائے یا اس کی تحریر میں بیک وقت یہ تمام خصوصیات نمایاں ہوں۔ تنقید ادب کی تمام اصناف یعنی شاعری، افسانہ نگاری، ڈرامہ نویسی اور خود تنقید نگاری سے سروکار رکھتی ہے۔ اگر ادب کی ان اصناف کو زندگی کا ترجمان کہا جاتا ہے تو ان اصناف نے زندگی کی جو ترجمانی کی ہے اس کی ترجمان تنقید ہے[1]۔ اس سے پتہ چلا کہ تنقید ادبیات میں ایک خاص مرتبہ رکھتی ہے جس کا وجود اگر نہ ہو تو نہ تو ادبیات صحیح راستے پر چل سکتے ہیں نہ ان کو پوری طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ اور نہ عوام ان سے پوری طرح دل چسپی لے سکتے ہیں۔

تنقید کی تعریف میں بہت اختلافات ہیں۔ مختلف لکھنے والوں نے تنقید کی تعریف مختلف کی ہے۔ کوئی اسکو ادبیات کے پرکھنے اور جانچنے کا آلہ بتاتا ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ تخلیقی ادب پیش کرنے والوں پر لعن طعن کرتی ہے اور ان کو برا بھلا کہنے کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں لیکن یہ سراسر جھوٹ اور بہتان تراشی ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک ادب کو جانچنے اور پرکھنے کا سوال ہے، یہ خصوصیت تو ھر انسان کی فطرت میں موجود ہے اس لیے ادب کو جانچنا اور پرکھنا تو از بس ضروری ہے۔ نہ صرف علما اور محققین کے لیے بلکہ عام انسان کے لیے بھی۔ کیونکہ ھر شخص کسی چیز کو دیکھنے کے بعد اس کی اچھائی اور برائی کے متعلق کوئی رائے قائم کر لیتا ہے اسی کو جانچنا اور پرکھنا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اس پرکھنے یا جانچنے کے مختلف معیار ہو سکتے ہیں ایک تو ادب کو خیال کے اعتبار سے پرکھنا اور دوسرے فنی اور جمالیاتی اعتبار سے اس کی جانچ کرنا اور پھر اس کے علاوہ بیسیوں چھوٹی چھوٹی باتیں اس میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ خیر تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ادب کو مختلف خیالات کی روشنی میں مختلف زاویوں سے دیکھنا اور پرکھنا تنقید کے لیے ضروری ہے اور ھر طرح کی تنقید کی بنیادی خصوصیت ہونی چاہیے۔

تنقید کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ وہ نکتہ چینی کا دوسرا نام ہے۔ یا یہ کہ وہ صرف فن کاروں کی برائیاں گناتی ہے صحیح نہیں۔ ممکن ہے بعض خیالات میں کوئی نقاد ذاتی بغض و عناد

---

[1] HUDSON INTRODUCTION TO THE STUDY OF LITERATURE P-3.6

کے پیش نظر کسی فن کار کی غلطیاں نکالنا شروع کر دیے، لیکن اس کو صحیح معنوں میں تنقید نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ تنقید کا اولین اصول یہ ہے کہ وہ ذاتی بغض و عناد سے پاک ہو۔ لیکن تنقید کے متعلق یہ غلط فہمی مختلف زبانوں میں عام رہی اور اسی کے نتیجے میں اچھے نقاد اچھے نام سے یاد نہیں کیے گئے مثلاً ڈرائیڈن DARYDEN اگرچہ خود بھی ایک نقاد تھا لیکن اس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ نقادوں میں نفرت کا جذبہ بہت زیادہ شدید ہوتا ہے جس کے باعث وہ اچھائیوں سے بھی چشم پوشی کر جاتے ہیں"۔ ایمرسن EMERSON نے لکھا ہے کہ نقاد وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کو شعر گوئی میں ناکامی ہوتی ہے اور اس ناکامی کے بعد جھنجھنا کر وہ تنقید نگاری کا پیشہ اختیار کر لیتا ہے۔

اس طرح بائرن کا خیال ہے کہ ھر ناممکن بات کے متعلق یقین کر لو۔ قبل اس کے کہ تم نقادوں پر بھروسہ کرو۔ ؎۱

غرض آج کل بھی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تنقید کا وجود یقیناً کسی قسم کی نکتہ چینی یا بے جا حملہ کی صورت میں ہوا ہوگا۔ اس سلسلہ میں نیویارک کے ایک ڈاکٹر کا واقعہ بہت دلچسپ ہے جس نے اپنے ایک مریض کو جو تبصرے لکھ کر اپنی روزی کماتا تھا یہ ہدایت کی کہ وہ اس پیشے کو چھوڑ دے کیونکہ اس سے نفرت کے جذبات ابھرتے اور جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور جب تک یہ دونوں چیزیں موجود ہیں انسان صحت مند نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس نے ڈاکٹر کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے پیشے کو چھوڑ دیا اور اس ڈاکٹر کا بیان ہے کہ ایسا کرنے سے اس مریض کو جو قبض کی بیماری تھی وہ دور ہوگئی۔

اس میں شک نہیں ہے کہ تنقید بعض جگہ نکتہ چینی کو روا ضرور رکھتی ہے بشرط کہ اس میں واقعی خامیاں موجود ہوں اور عقل و شعور اس کا یقین بھی دلا دے کہ واقعی اس میں خامیاں موجود ہیں۔ اس نکتہ چینی کا مقصد کسی کی تضحیک یا اس کو نیچا دکھانا نہیں ہے بلکہ

؎۱ SHIPLY, THE GUEST FOR LITERTURE- P.F.10-11

ہمدردانہ انداز میں خامیوں کو پیش کرنا ہے' اسی خیال کے پیش نظر کہ ایک صرف تو فن کار کی اصلاح ہو اور دوسرے عوام کا شعور جلا پائے" تاکہ ان کا ذوقِ سلیم بہک کر کسی غلط راستے پر نہ پڑ جائے۔ (از احقر)

ارسطو کا نظریہ:۔ اگرچہ تنقیدی نظریات کو پیش کرنے والی سب سے پہلی کتاب ارسطو کی "فنِ شاعری" POETISM ہے لیکن اس سے قبل بھی یونانی ادب میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے تنقیدی اشارے مل جاتے ہیں۔ اس طرح کا قدیم ترین تنقیدی اشارہ ہومر کی "ایلیڈ" ILLERD کے اٹھارہ ویں حصہ میں ملتا ہے۔ ہومر اس شہر کے نقش پیش کرتا ہے جو نہی فیس ٹس نے ایک ڈھال پر بنایا تھا۔ ڈھال پر بنایا تھا۔ ڈھال پر اس کاریگر نے ہل چلائی ہوئی زمین کا نقشہ کھینچا تھا۔ ہومر اس کو یوں بیان کرتا ہے۔ "ہل کے پیچھے زمین کا رنگ سیاہی مائل تھا اور ہل چلی ہوئی زمین کا ساتھا حالانکہ یہ سب سونے کا کام تھا۔ یہ اس فن کا معجزہ تھا"

اس جملے میں جو تنقیدی صنعت ہے اس کی پروفیسر برنارڈ بوزان کے نے بڑی تفصیل سے وضاحت کی ہے اس جملے میں یونان کے شاعر نے نہ صرف صناع کے فن کی خوبیوں کو بیان کیا ہے بلکہ شبیہ اتارنے کی شکل کا بھی بڑی خوبی سے اندازہ لگایا ہے۔ یہ اشارہ تو ایک ایسے فنکار کی طرف تھا جو شاعری سے مختلف ہے لیکن شاعری کے متعلق پہلا تنقیدی اشارہ بھی جین ہومر کی دوسری تصنیف اڈیسی میں ملتا ہے۔

پہلا شخص جس نے تنقید کی طرف مستقل توجہ کی ہے وہ ارسطو ہے اس نے سیاسیات' اخلاقیات اور فلسفے سے علیحدہ اس کی انفرادیت کو ذہن نشین کرایا POETICISM اور HETORIO اس نے دو مستقل کتابیں لکھی ہیں' ان کتابوں میں ساری یونانی تنقید کا نچوڑ موجود ہے[1] فنِ شاعری میں اس نے شاعری اور اس کی مختلف اصناف پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے بعد ٹریجڈی اور کامیڈی وغیرہ پر تفصیل سے بحث کی ہے[2]۔ شاعری کے متعلق وہ ان خیالات

[1] ۔ فنِ شاعری از ارسطو۔ ص ۔ ۸۔۹ ● [2] ایضاً ــــ

کا اظہار کرتا ہے کہ وہ نقل کا وجدان ہے جس سے حظ حاصل کیا جاتا ہے اور دوسرے وہ ایک احساس تنازعہ بھی ہے اس کے وہ یونانی ڈراموں اور ڈرامہ نگاروں کے متعلق طویل بحثیں چھیڑ دیتا ہے۔[1]

ارسطو، افلاطون سے متاثر ہوا ہے، اس کے نقل کا تصور افلاطون ہی کے نظریے پر قایم ہے جو اس کی زندگی کو عالم مثال کی زندگی کی نقل مانتا ہے۔ نقل کا فلسفیانہ تصور اس نے افلاطون سے حاصل کیا ہے اور شاعری پر اس کو منطبق کیا ہے جس طرح افلاطون یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا عالم مثال کی نقل ہے، اس طرح ارسطو کا کہنا ہے کہ شاعری الفاظ کے ذریعہ اس دنیا کے انسانوں کے اعمال و افعال کی نقل کرتی ہے ارسطو کے نفس مضمون میں عالم مثال کی گنجایش ہے اور نہ ضرورت۔ افلاطون نے اپنی ریاست میں شاعری کو ناپسند کیا ہے کہ وہ نقل کی نقل "ہے، پرتو کا پرتو ہے" اور اسی باعث اصل سے دور ہے۔ ارسطو نقل کا قایل ضرور ہے نقل کا قایل نہیں۔ ارسطو نے جس نقل پر شاعری کی بنیاد رکھی ہے وہ افلاطون کی نقل کے تصور کے متوازن ضرور ہے وہ نقل کی نقل نہیں ــ یہ بنیادی فرق تقریباً وہی ہے جو افلاطون اور ارسطو کے فلسفوں میں پایا جاتا ہے۔[2] یہ نقل اگرچہ زندگی کی بالکل نقل نہیں ہوتی لیکن زندگی سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے اور لوگ اس میں اصل سے زیادہ دل چسپی لیتے ہیں۔ اس خیال کے مطابق شاعری کا تعلق جذبات سے ہے۔ اس کے علاوہ ارسطو نے زبان و بیان کی خوبیوں پر زور دیا ہے۔

ارسطو کے نظریہ شعر سے ساری دنیا نے اثرات قبول کئے ہیں ابتدا میں شاعروں اور مفکروں پر اس کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ روم کے فلسفیوں نے تنقید کو قواعد و بیان تک محدود کر دیا تھا سسرو کے وقت تک یہی حالت رہی۔ لیکن ہورس نے اس خیال میں تبدیلیاں

---

[1] A HISTORY OF CRITICISM- P.30.

[2] A HISTORY OF CRITICISM- P.30

ہیں اور اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ تنقید میں ارسطو کے خیالات سے استفادہ کرنا ہی مناسب ہے اور اس نے چھوٹا سا ARSPOETIC لکھا ہے۔ اس کی بنیاد ارسطو ہی کے خیالات پر استوار کی گئی ہے۔ بعض جگہ پر اس نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ انہی خیالات کو دہرایا ہے شاعری کا مقصد اس کے نزدیک بھی محفوظ کرانا ہے۔ لیکن وہ اس میں اصلاحی پہلو کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ وہ ارسطو کے مباحث کا منطقی نتیجہ ہے فن کی پستی کو وہ برا سمجھتا ہے لیکن اس کے نزدیک لکھنا پڑھنا تنقیدی کارنامے پیش کرنے کے لیے ضروری نہیں بلکہ اس کے لیے ذہین و فطین ہونا لازمی ہے۔ ہورلیس کے بعد روم میں کوئنٹلین کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس نے شاعری کے علاوہ نثر کو بھی ایک فن مانا ہے۔ تنقید کی مستقل باصطلاحیں بنائی اور یونانی و لاطینی تنقید کا مقابلہ کیا ہے اس طرح اس کے ہاتھوں COMPRATIVE CRITICISM تقابلی تنقید کی بنیاد بھی پڑتی ہے لیکن وہ خیالات کے مقابلے میں زبان و بیان کی طرف زیادہ توجہ کرتا ہے اور سارے رومی فلسفیوں کا بھی یہی حال ہے، اسی وجہ سے وہ ارسطو کے تنقیدی خیالات پر کوئی خاص اضافہ نہیں کر سکتے ہیں۔

ان رومی و لاطینی نقادوں کے بعد تنقید ایک دفعہ پھر یونان کی طرف اپنا رُخ پھیر لیتی ہے وہاں الآن جائی نس پیدا ہوتا ہے جو ONSIILELM میں ایسے خیالات پیش کرتا ہے جو آج کے رومانی نقادوں کے خیالات سے ملتے جلتے ہیں اور اسی وجہ سے رومانی نقادوں نے اس کو اپنا امام مان لیا ہے۔ وہ ادب کو جانچنے اور پرکھنے میں قایل نہیں برخلاف اس کے خیال میں نقاد کی ایک الہامی کیفیت ہی کسی فن پارے کو سمجھنے کے قابل بنا سکتی ہے۔

ابتدا میں لان جائی نس ارسطو اور دوسرے یونانی نقادوں کی پیروی کا قایل تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس پر حقیقت روشن ہوگئی کہ شاعری صرف ایک ایسی دلکش چیز کا نام ہی نہیں جس کے اندر کوئی افادی پہلو بھی ہو۔ وہ شاعری کی سب سے بڑی خوبی

رفعت اور برتری SUBLIMITY کو سمجھتا ہے اور یہ خوبی اس کے خیال میں حاصل نہیں کی جاسکتی، یہ خداداد ہوتی ہے، نقاد کے لیے اس کا پتہ لگانا یا اس سے واقفیت حاصل کرنا بغیر تخیل سے کام لیے ہوئے بہت مشکل ہے، اس کے نزدیک شاعری میں جوش کی کیفیت ضرور ہونی چاہیئے۔ ایک ایسی جوش کی کیفیت جو لکھنے والے اور پڑھنے والے دونوں میں ایک دیوانگی کی کیفیت پیدا کردے۔ اس کی تخلیق ایک "غیر دیوانگی" کے نتیجے میں ہو اور پڑھنے والے پر بھی وہ ایسا ہی اثر کرے [1]۔

جب اسلام کا دور شروع ہوا تو مذہبی نقطۂ نظر ان پر غالب آگیا۔ اور خلفائے راشدینؓ کے بعد بنی امیہ کے عہد میں بھی یہی رنگ غالب رہا۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ اس زمانے میں سیاسی کشمکش کی وجہ سے جو پارٹیاں بن گئیں تھیں، وہ اپنے ہی گروہ سے متعلق شاعروں کی حوصلہ افزائی کرتی تھیں۔ البتہ فن کی قدردانی میں ان کا مذہبی تعصب کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا تھا۔ بنی امیہ کے دربار میں اخطل کو عیسائی ہونے کے باوجود اہمیت حاصل تھی اور اس کی اور عبدالمالک ابن مروان کی جو گفتگو عربی کی ادبی کتابوں میں منقول ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ماہر فن کی حیثیت سے اخطل کا اس زمانے کی سوسائٹی پر کتنا اثر تھا۔

بنو عباس کے دور تک تنقید سے متعلق مختلف اقوال نظر آتے ہیں، تنقید ایک مستقل فن کی صورت میں نظر نہیں آتی، لیکن دور عباسیہ میں اور علوم و فنون کی تدوین ہوئی۔ وہاں تنقید پر بھی فنی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی اور اس کے باقاعدہ اصول مرتب کیے گئے۔ چنانچہ ابن جعفر قدامہ کی کتاب "نقد الشعر" اور ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" اس بات

---

[1] Ra, Scott. James, The Making of Literature
Page- 90, 91 —

کا بین ثبوت ہیں۔ ان کے علاوہ جاحظ نے "البیان والتبین" میں ابن عبد ربہ نے "العقد الفرید" میں ابو علی قالی نے "امالی" اور ابو الفرج اصفہانی نے "کتاب الاغانی" میں کتاب کے محاسن اور مساوی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

"الغرض اگر تنقید نہ ہو تو ادب کا وجود باقی نہ رہے۔ مگر وہ "تنقید" برائے تعمیر ہونی چاہیے نہ کہ "تنقید برائے تنقید" کیونکہ اگر اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے اور اس کے لیے اصول نہ بنائے جائیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں فن کاروں کے بہک جانے کا اندیشہ ہے جس کے نتیجہ میں آرٹ اور ادب کی بلند تخلیق نہیں ہو سکتی"

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

تنقید برای تعمیر رواست

تنقید برای تنقید روا نیست

★

فہرست منابع

۱۔ نقد الادب ۔ "از حامد اللہ افسر"
۲۔ انتقادیات (دو جلد) = از نیاز فتح پوری
۳۔ نقد و نظر = از حامد حسن قادری
۴۔ روح انیس ۔ از سید مسعود حسن رضوی
۵۔ روح تنقید = از ڈاکٹر محی الدین زور
۶۔ تنقید شعر العجم = از پروفیسر محمود شیروانی
۷۔ حیات سعدی = از الطاف حسین حالی
۸۔ موازنہ انیس و دبیر = از شبلی نعمانی
۹۔ تنقیدی جائزے = از سید احتشام حسین
۱۰۔ تنقید کیا ہے = از آل احمد سرور